مفسر قرآن حضرت مولانا اسلم شیخوپوری شہیدؒ

چند یادیں، چند باتیں

مفتی عبداللہ حسن زئی
دارالافتاء ختم نبوت، کراچی

مفسر قرآن شہید مظلوم حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہیدؒ کی جدائی اور شہادت سے دل ودماغ ایسے ماؤف ہوچکے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنے احساسات کا اظہار کیسے کروں؟ اور دل ودماغ کی کیفیت کس طرح بیان کروں؟ بلاشبہ آپ اس دور کے عظیم انسان، عالم ربانی تھے، اللہ رب العزت نے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا: عقل ودانش، فہم وفراست، صلاح وتقویٰ، اخلاص وللہیت، اخلاق ومروت وغیرہ جیسے اوصاف جمیلہ کے آپ مجموعہ تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ رب العزت جب کسی انسان سے ایک نعمت چھین لیتے ہیں تو اس کا نعم البدل عطا فرمادیتے ہیں، ظاہری طور پر آپؒ اگرچہ دونوں ٹانگوں سے معذور تھے، لیکن اس کے نعم البدل کے طور پر اللہ رب العزت نے آپ کو جن خوبیوں اور کمالات سے نوازا تھا، وہ یقیناً قابل رشک تھے اور اس ایک نعمت کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھے۔

آپ بہترین حافظ اور ذی استعداد عالم ہونے کے ساتھ بہت اچھے منجھے اور سلجھے ہوئے خطیب، منفرد نوعیت کے انشاء پرداز، کامیاب مصنف اور عوامی حلقوں میں مقبول ترین مفسر قرآن تھے۔ ۱۹۵۸ء میں پنجاب کے ضلع شیخوپورہ علاقہ لدھڑ میں محمد حسین کے گھر پیدا ہوئے۔ تین سال کی عمر میں فالج کے باعث دونوں ٹانگوں سے معذور ہوئے۔ مڈل تک اسکول کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دینی مدرسہ میں داخل ہوئے اور گیارہ ماہ کے مختصر عرصہ میں قرآن کریم حفظ کرلیا۔ اس کے بعد علوم وفنون کی تعلیم کے لئے ملک کے عظیم دینی ادارہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری

ٹاؤن کا انتخاب فرمایا، چنانچہ درجہ اولیٰ تا درجہ سابعہ (موقوف علیہ) یہیں رہ کر وقت کے جید علماء کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ بقول شیخوپوری شہیدؒ کے کہ محدث العصر علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی اس سال وفات ہونے کی وجہ سے دورۂ حدیث کے لئے آپ کی نظر میں امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ سے زیادہ کوئی موزوں شخصیت نہ تھی، اس لئے آپ ان کی خدمت میں گوجرانوالہ تشریف لے گئے، اور وہیں دورۂ حدیث شریف پڑھ کر سند فراغت حاصل کی اور اس سے اگلے سال حضرتؒ ہی سے دورۂ تفسیر پڑھنے کا شرف بھی حاصل کیا۔

آپ کے مشہور اساتذۂ کرام میں حضرت امام اہل سنتؒ کے علاوہ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ، حضرت مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، حضرت مفتی احمد الرحمنؒ، حضرت مولانا محمد امین اورکزئی شہیدؒ، حضرت مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ، وغیرہ اساطین علم ہیں۔ فراغت کے بعد اپنے آبائی علاقہ میں کام کرنے کے ارادہ سے چلے گئے، لیکن اہل بدعت کی مزاحمت اور ریشہ دوانیوں کی وجہ سے ایک سال سے زیادہ عرصہ کام نہ کرسکے، چنانچہ اس کے بعد پھر کراچی آئے اور جامعہ بنوریہ سائٹ ایریا سے اپنے تدریسی سفر کا آغاز کیا۔ انیس سال تک وہیں رہ کر بڑی دلجمعی کے ساتھ تدریسی خدمات سرانجام دیں اور یوں ہی بہت کم عرصہ میں دورۂ حدیث تک کے اسباق پڑھانے لگے، اسی کے ساتھ خدیجہ مسجد لیبر اسکوائر میں خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے، چنانچہ اس طرح آپ نے علمی حلقوں میں ایک کامیاب مدرس اور بہترین خطیب کی حیثیت سے شہرت حاصل کی، بعض ذاتی اور تصنیفی مصروفیات کی وجہ سے جامعہ بنوریہ سے استعفاء کے بعد حضرت نے وہیں لیبر اسکوائر میں بنات کا مدرسہ بنایا اور کچھ عرصہ بعد وہ اپنے کسی شاگرد کے حوالہ کرکے اس سے الگ تھلگ ہوئے۔ اس کے بعد جامعۃ الرشید کراچی میں تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا اور کچھ عرصہ بعد وہاں شروع کی تدریس سے بھی معذرت کرلی، اور مکمل طور پر اپنے آپ کو تصنیف وتالیف کے فارغ کردیا۔ البتہ اپنے حلقۂ احباب اور دیگر بگڑے ہوئے عقیدوں اور معاشرہ کی اصلاح وتربیت کا سابقہ سلسلہ کو بحال رکھ کر اپنی مسجد (جامع مسجد توابین) میں جمعہ کی خطابت کے ساتھ روزمرہ درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ چنانچہ اس سلسلہ نے ترقی کی اور درس قرآن ڈاٹ کام ویب سائٹ کے ذریعہ اس سے پوری دنیا مستفید ہونے لگی۔ یوں اللہ جانے آپ کتنے گم گشتہ راہ افراد کے لئے راہبر بنے ہوں گے۔

اس طرح ایک طویل عرصہ سے اسلامی مؤقر جریدہ ہفت روزہ ضرب مؤمن میں ''پکار'' کے عنوان سے مستقل کالم لکھتے رہے۔ تحریر کا جو فطری ملکہ اللہ رب العزت نے آپ کو عنایت فرمایا تھا،

وہ آپ کی تحریرات سے عیاں ہے۔ آپ کے اشہب قلم سے جو متعدد کتابیں وجود میں آئیں، وہ یہ ہیں: سات جلدوں پر مشتمل ندائے منبر ومحراب، ۵۰ تقریریں، خلاصۃ القرآن، خزینہ، عشاقِ قرآن کے ایمان افروز واقعات، آسان درسِ قرآن وحدیث، درسِ صحیح مسلم، تفہیمات، (زیرِ تکمیل کتب) فغانِ درویش، بڑوں کا بچپن، تسہیل البیان فی تفسیر القرآن، احسن القصص، شرح ہدایہ، غریب شہر کی التجاء، وغیرہ۔ البتہ آپ کی مذکورہ تفسیر کی ساڑھے سترہ پاروں پر مشتمل چار جلدیں منظرِ عام پر آچکی ہیں، لیکن افسوس کہ! آپ کی زندگی میں یہ مکمل نہ ہوسکی اور یوں یہ عظیم کارنامہ شرفِ تکمیل سے ہم کنار نہ ہوسکا، **وکم حسرات فی بطون المقابر۔**

راقم الحروف کو حضرت شہیدؒ کی پہلی ملاقات اور زیارت کا شرف طالب علمی کے زمانہ میں ہوا۔ یہ غالباً ۱۹۹۶ء کی بات ہے، جب راقم جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کی شاخ مدرسہ تعلیم الاسلام گلشن عمرؓ میں درجہ رابعہ کا طالب علم تھا۔ حضرت الاستاذ مولانا قاری مفتاح اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ (استاذ الحدیث جامعہ بنوری ٹاؤن ونگرانِ اعلیٰ مدرسہ گلشن عمرؓ) جب دورانِ درس کبھی اپنی سریلی آواز میں یہ شعر پڑھتے:

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

تو پھر میری طرف متوجہ ہوکر پشتو میں فرماتے: ''بلکہ ستا ہم جنس شیخوپوری دے'' یعنی '' لڑکے! تمہارا ہم جنس تو شیخوپوری صاحب ہے''۔ چونکہ راقم بھی ٹانگوں کی نعمت سے محروم ہے، اس لئے حضرت مجھے ان کا ہم جنس کہتے تھے۔ پھر فرماتے کہ آپ نے اُن کو دیکھا ہے؟ میں کہتا نہیں! تو فرماتے کہ ان سے ملاقات کرو، ان سے رہنمائی لو، وہ تمہاری صحیح رہنمائی فرمائیں گے، اور اسی طرح مجھے میرے دوسرے محبوب، مشفق ومربی استاذ حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ (استاذ مدرسہ تعلیم الاسلام گلشن عمرؓ) بھی کبھی کبھار درسگاہ میں مسکرا کر فرماتے تھے کہ آپ کے لئے تو (مولانا اسلم) اسوۂ حسنہ موجود ہے، اس کا دامن پکڑے رکھو۔ ان دونوں حضرات کی ترغیب کے بعد میرے دل میں ان کی زیارت کا داعیہ پیدا ہوا، چنانچہ ایک دفعہ چھٹی کے دن ملاقات کے لئے میں حضرت کے گھر جامعہ بنوریہ سائٹ ایریا چلا گیا۔ ملاقات ہوئی، خیریت وغیرہ دریافت کرنے کے بعد فرمایا: ماشاء اللہ! آپ تو مجھ سے اچھے ہیں کہ بیساکھیوں کے سہارے چل لیتے ہیں، میں تو اس سے بھی قاصر ہوں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا نے کتنی محنت اور قربانیوں سے علم دین حاصل کیا ہوگا، بلکہ اس کا صحیح اندازہ تو وہ لگاسکے گا جس پر یہ کیفیت گزر چکی ہو،

بہرحال! میں نے مولانا کو اپنی آمد کی وجہ اور پس منظر کی مذکورہ ساری کہانی سنائی۔ اس پر مولانا بڑے خوش ہوئے اور بہت ہی شفقت کا معاملہ فرمایا، اور کہنے لگے کہ جمعہ کے دن نماز جمعہ سے قبل تو کسی سے ملاقات کرتا ہی نہیں، کیونکہ مجھے جمعہ کی تیاری کرنی ہوتی ہے، لیکن خادم نے آپ کی صورتحال بتائی، اس لئے میں نے واپس کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس پر میں نے مسکراتے ہوئے شکریہ ادا کیا، اور حضرت سے کچھ نصائح کی درخواست کی۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ بھائی طالب علمی کا دور ہے، بس خوب محنت سے پڑھو، اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہو اور بہت سی دعائیں دیں، الوداعی مصافحہ کرتے ہوئے مجھے پانچ سو روپے اور اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ندائے منبر ومحراب کا مکمل سیٹ ہدیۃً عنایت فرمایا، جب میں نے آئندہ کے لئے آنے کی اجازت چاہی تو اس پر فرمایا: مولوی صاحب! آپ کو اجازت ہے، جب چاہیں آجایا کریں۔

یہ حضرت سے میری پہلی ملاقات تھی، اس ملاقات کا جو اثر راقم کے دل ودماغ پر ہوا، وہ الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد تقریباً مہینہ، دوسرے مہینہ ضرور حاضر خدمت ہوتا۔ قلیل عرصہ میں حضرت سے ایسی بے تکلفی ہوگئی، جیسے دیرینہ دوستوں کی ہوتی ہے۔ اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک دفعہ استاذ محترم امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ کراچی تشریف لائے تھے، اور حضرت مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ کے دولت خانہ پر ان کا قیام تھا۔ راقم حضرت صفدرؒ کی ملاقات کے لئے چلا گیا۔ ملاقات ہونے کے بعد جب واپس جانے لگا تو میں دروازے کے گیٹ پر پہنچ چکا تھا کہ دوسری طرف مشرقی دروازہ سے آواز آئی: مولوی عبداللہ! مولوی عبداللہ! جب میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ مولانا اسلم شیخو پوری صاحب تھے۔ کوئی صاحب ان کو وہیل چیئر پر اندر لارہے تھے تو میں فوراً واپس ہوکر حضرت شیخو پوری کی طرف جانے لگا۔ سلام ومصافحہ کرنے کے بعد کہنے لگے کہ استاد جی سے ملاقات ہوگئی؟ میں نے کہا: جی ہاں! اب واپس جارہا ہوں۔ سب حال احوال پوچھنے کے بعد فرمایا: اچھا جی میں نے دیکھا تو چاہا کہ ملاقات بھی ہوجائے، عجیب سادہ مزاجی اور بے تکلفی۔ وہاں جو طلبہ وعلماء کا ہجوم تھا سب ہماری طرف متوجہ ہوکر دیکھتے رہے اور مسکراتے رہے۔ اس طرح کی بے تکلفی کے کئی واقعات ہیں۔ اب میں سوچتا ہوں کہ یہ تو واقعتاً مولانا کی شفقت اور مہربانی تھی، ورنہ میں تو ان کے شاگردوں کی جگہ تھا۔ اس وقت سے لے کر تادمِ حیات تقریباً سترہ سال کے طویل عرصہ میں جو میں نے ان کو دیکھا واقعتاً آپ عالم باعمل تھے، زہد وتقویٰ، امانت ودینات میں بے مثال تھے، ان کی دیانت اور خشیت خداوندی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جامعہ چھوڑنے کے بعد آپ نے جو مدرسہ بناکر چند مہینوں کے بعد اپنے

کسی شاگرد کو حوالہ کیا، اس کی میں نے حضرت سے وجہ پوچھی تو فرمانے لگے: مولوی صاحب! بنات کے مسائل بڑے نازک ہوتے ہیں، میں معذور آدمی ہوں، میرے لئے سنبھالنا مشکل ہے، میں نے کہا: بچے بھی تو ہیں، فرمانے لگے: بچے بڑے ہوکر اگر قابلیت ہوگی تو اپنی جگہ خود بنالیں گے ورنہ میں ان کی وجہ سے اپنی آخرت خراب نہیں کرسکتا۔

جامعۃ الرشید کے قیام کے زمانہ بھی مولانا کی زیارت کے لئے جانے کی سعادت حاصل کرتا رہا۔ ایک دفعہ عصر کا وقت تھا، جامعۃ الرشید کے چمن میں ہم بیٹھے ہوئے تھے، مولانا نے مجھ سے پوچھا کہ ہاں بھائی مولوی عبداللہ! آپ کی کوئی تالیف وغیرہ نہیں آئی؟ تو میں نے کہا: حضرت لکھنا کہاں آتا ہے؟ مولانا کہنے لگے: آج کل لکھنا بڑا آسان ہوگیا ہے، اب لکھنا کہاں مشکل ہے اور پھر مسکراتے ہوئے بطور لطیفہ کے فرمایا: ، ایک زمانہ میں، میں کہا کرتا تھا کہ آج کل نئے مؤلفین دو کتابیں سامنے رکھ کر تیسری کتاب تیار کرلیتے ہیں، لیکن کچھ دن قبل مجھے ایک مولوی صاحب نے کہا کہ: حضرت میں نے ایک کتاب سامنے رکھ کر اس سے دو کتابیں چودہ چودہ سوصفحات کی تیار کرلیں، پھر فرمانے لگے کہ اب تو اتنی آسانی ہوچکی ہے ہمت کرو اور لکھنا شروع کرو۔ میں نے پوچھا حضرت لکھنے کے لئے کن کو زیادہ پڑھنا چاہئے؟ فرمایا: لکھنؤ والوں کی کتابیں زیادہ پڑھا کریں وہ تو اردو کے بادشاہ ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ کی جب بھی کوئی نئی کتاب منظر عام پر آتی تو اس حقیر کو ضرور عنایت فرماتے تھے، چنانچہ اس طرح حضرت کی جملہ تالیفات بشمول تفسیر تسہیل البیان مجھے ہدیۃً عنایت فرمائیں۔

پچھلے سال جب حضرت حج سے واپس تشریف لائے تو میں تو ابین مسجد ملنے کے لئے چلا گیا، سلام مصافحہ کے بعد فرمانے لگے کہ: بھائی! اس دفعہ تو مفتی عبداللہ صاحب (یعنی راقم) کو میں نے حرم شریف میں بہت یاد کیا۔ میں نے کہا: حضرت یہ سعادت مجھے کیسے؟ فرمانے لگے کہ: حرم شریف میں ہندوستان کے کچھ علماء سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھے پہچان لیا ہوگا۔ ان میں سے ایک صاحب کہنے لگے کہ حضرت آپ اسلم شیخوپوری ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں! تو وہ کہنے لگے کہ میں نے آپ کی کتاب ندائے منبر ومحراب، پر کچھ تھوڑا بہت کام کرکے ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی تقریظ کے ساتھ اس کو چھپوایا، لیکن یہ کام میں نے آپ کی اجازت کے بغیر کیا ہے، اس لئے آپ سے اجازت طلب کرنے آیا ہوں۔ میں نے کہا: اجازت ہے اور میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی ہوسکتی ہے کہ علی میاں جیسی شخصیت نے میری کتاب کو قابل تقریظ سمجھا۔

پھر مولانا اسلم صاحبؒ کہنے لگے کہ ان علماء میں سے ایک صاحب کہنے لگے: باقی کتاب

ماشاء اللہ! بہت اچھی ہے، البتہ آپ کی کتاب پر یزیدیت کا غلبہ ہے، اس کو اگر نکالا جائے تو بہت اچھا ہوگا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے، آپ حضرات کا بہت شکریہ۔ جب وہ حضرات چلے گئے تو میں سوچ میں بیٹھا ہوا تھا کہ یہ کام کسی اور سے کروالوں، لیکن کس سے کرواؤں؟ وہاں آپ (راقم) کے جاننے والے عالم دین تھے۔ انہوں نے آپ کا نام لیا کہ مفتی عبداللہ صاحب کو ان موضوعات سے دلچسپی ہے، ان سے کہہ دیں تو مناسب ہوگا، تو اس پر میں نے کہا کہ وہ تو آپ کے مسائل اور ان کا حل کی تخریج میں مصروف ہیں، تو مولانا نے بتایا کہ اس کا کام تو مکمل ہو چکا ہے، کتاب چھپ کر آ بھی گئی، تو میں نے کہا: بہت اچھا ہے، پاکستان جاکے ان سے بات کروں گا۔ آج آپ آ گئے، آپ کا کیا خیال ہے۔ حضرت مجھ (راقم) کو یہ سارا واقعہ سنا کر کہنے لگے کہ: اب میں چاہتا ہوں کہ مولانا تقی عثمانی دامت برکاتہم کی اصلاحی خطبات کی طرز پر اس پر کام ہو جائے، مواد زیادہ سے زیادہ داخل کیا جائے اور زبان خطیبانہ نہ ہو، بلکہ اصلاحی ہو۔ میں نے کہا: حضرت! مجھے تو لکھنا آتا نہیں، آپ تو ادیب ہیں، آپ کی کتاب پر میں کس طرح کام کرسکتا ہوں؟ کہیں صحیح کو غلط نہ کردوں، البتہ آپ سرپرستی فرمائیں گے تو ان شاء اللہ کوشش کروں گا۔ اس پر حضرت فرمانے لگے کہ میں ہوں نا! آپ کام شروع کریں۔ میں نے بسم اللہ کر کے اس پر کام شروع کیا، چند صفحات کرنے کے بعد تدریسی ذمہ داری اور اس کے علاوہ دفتر ختم نبوت کی مصروفیات کی وجہ سے میں اس کام میں پیش رفت نہیں کرسکا۔ حضرت وقتاً فوقتاً پوچھتے تھے۔ چنانچہ میں نے کہا: حضرت! چند صفحات ہو گئے ہیں، آپ کو دکھادوں گا، حضرت نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ چنانچہ میں نے کافی دفعہ ارادہ کیا، لیکن خود کی معذوری اور شہری حالات کی خرابی کی وجہ سے میں مولانا کے پاس نہیں جاسکا اور یوں ہی میں یہ سعادت حاصل کرنے سے محروم رہا۔ تا آنکہ حضرت شہادتِ عظمیٰ کے درجہ پر فائز ہوگئے اور دیگر تمناؤں کی طرح یہ تمنا بھی حضرت کی زندگی میں پوری نہ ہوسکی۔ حضرت شیخوپوریؒ کو زندگی کے آخری دور میں قرآن کریم سے ایسا شغف اور تعلق ہوگیا تھا جو ناقابل بیان ہے۔ گویا آپ نے قرآن کریم کی خدمت کو اپنی زندگی کا مقصد اصلی سمجھ لیا تھا۔ میری جب بھی ان سے ملاقات ہوتی تو فرماتے: بس مولوی صاحب! دعا کرو کہ قرآن کریم کی خدمت کرتے کرتے موت آ جائے، چنانچہ حسب تمنا ایسا ہی ہوا۔ عالمگیر مسجد سے درس قرآن دینے کے بعد واپس آتے ہوئے راستہ میں ازلی بدبختوں نے گولی مارکر شہید کردیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت کو قبول ومنظور فرمائے، ان کی اولاد اور ہم سمیت جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مولانا کے مشن پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔